

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا

الحمد لله الذي جعله مصنفه حضرت الامام مولوي محمد قاسم صاحب انوار توفيق الشريعة عليه السلام

اللبيل المحكم
على
قراءة الفاتحة للمومنين

بإتمام حافظ مولوي محمد عبد الاحد بسا شوال الحرام سنة ١٣٥٠ هـ
بتصحيح مولوي محمد فضل الرحمن صلب

مطبعة دار الفلاح حسن ابي بكر
درم مجتبا وادري طبعك

5	J 16	J 17	J 18	J 19	J 20	J 21			
0	J 41	J 42	J 43	J 44	J 45	J 46			
5	J 66	J 67	J 68	J 69	J 70	J 71			
0	J 91	J 92	J 93	J 94	J 95	J 96			
15	J 116	J 117	J 118	J 119	J 120	J 121	J		

بالعرض پھر موصوف بالعرض بھی ایک موصوف بالذات کے لیے متعدد ہو سکتے ہیں اور اسی تقریب سے بھی بھی واضح ہو گیا ہو گا کہ ضروریات وصف کی ضرورت فقط موصوف بالذات کو ہو گی البتہ آثار وصف موصوف بالعرض کی طرف وصف کیہ ماقہ آئیں گے یہی وجہ ہے کہ اسباب محرکہ کی فقط کشتی کو ضرورت ہی البتہ تبدیل اوضاع جو آثار حرکت میں سے ہے کشتی کی حرکت کی بدولت مثل حرکت کشتی نشین کو بھی سیر آجاتا ہے۔ گزارش ثانی یہ ہے کہ لفظ وال علی الوصف سے حقائق شناسوں کے نزدیک موصوف بالذات ہی مراد ہو گا مان اگر کوئی قرینہ صارفہ ہو تو اس وقت موصوف بالعرض بھی مراد لے سکتے ہیں۔ عرض ثالث یہ ہے کہ جیسے ایک چیز کو باعتبارات مختلفہ معنی اور مدلول اور موضوع لہ اور مفہوم وغیرہ کہہ سکتے ہیں یا ایک شخص کو باعتبارات مختلفہ باپ بیٹا چچا بھتیجا وغیرہ کہہ سکتے ہیں ایسی ہی نماز کو باعتبارات مختلفہ صلوٰۃ ذکر طاعت حسہ وغیرہ کہہ سکتے ہیں مگر جیسے معنی و مدلول وغیرہ اہم یا باپ بیٹا وغیرہ القاب کیلئے اعتبارات حدیہ حدیہ ہیں اور آثار حدیہ حدیہ ہیں مثلاً باپ کیلئے تنظیم ہے۔ اور بیٹے کے ذمہ اطاعت اور خدمت ایسے ہی نماز کے اسماء والالقاب ہیں مثال کرنا ضروری ہے۔ عرض رابع یہ ہے کہ جیسے سالکوں کے عجز و نیاز و آداب و تنظیم و دعا و ثنا بامین و نہ کہ بغرض سوال ہی ہوتے ہیں یا انحال سوال کے بعد سوال پر متفرع ہوتے ہیں جیسے رستم سوال سمجھے جاتے ہیں یا ادب لکڑی وغیرہ سامان بخت و پز کھانے ہی کی زمین لکھے جاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ سب کے دام یوں کہا کرتے ہیں کہ کھا نا اس مہینہ میں تنے میں پڑا یا کھانے میں اتنا صرف ہوا ایسی ہی نماز کے اون افعال کو جو باعتبارات افعال اعتبار صلوٰۃ کے تلے اون کا داخل کرنا حقیقت شناس و انہیں رکھ سکتا ہاں نظر کہ قصود اصلی اون سے وہ اعتبار صلوٰۃ ہے یعنی

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاَكْمَرِ وَاَزْوَاجِهِ اَمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ
وَعَلَى اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَكْمَلِكْ عَلَى سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ اَتَكَ جَبِيْنَكَ فَجَبِيْنَكَ
بعد از وصایہ اول چند بارش عرض کرتا ہوں اوس کے بعد مطلب اصلی عرض کرونگا
اول تو یہ گزارش ہے کہ اوصاف و طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک تو بالذات دوسرے
بالعرض۔ مگر اوصاف بالعرض حقیقت میں وہی اوصاف موصوف بالذات ہوتے ہیں
جو بہر جہد تباطاہی موصوف بالعرض کی طرف مجازاً منسوب ہو جاتے ہیں چنانچہ
مشاہدہ احوال کشفی و جاسان کشفی سے واضح ہر غرض یہ بات قابل محاط ہے کہ اس
صورت میں وصف واحد ہوتا ہی پر موصوف متعدد کوئی موصوف بالذات کوئی موصوف

مروی عنہ خطا آئے تو کہہ رہے آئے ہاں احکام قسم ثانی میں کہ وہی گاہ خطا کا بھی احتمال
 ہوتا ہے اور اس لیے احتیاط کی بھی ضرورت ہوتی ہے البتہ اتنی بات مقرر ہے کہ انبیاء کرام
 علیہم السلام کی خطا کی اصلاح ضروری ہے اس عوی پر احادیث کثیرہ شامہ ہیں بجز اس کہ
 مرتبہ بشیریت سے دور نہیں اس لیے اس میں کچھ وکاو کی حاجت نہیں ان پانچ باتوں کو
 بعد گزارش ہے کہ صلوٰۃ کیلئے طول تو ایک رکعت سے زیادہ نہیں چنانچہ احادیث کثیرہ شامہ
 اور رکعت من لصلوٰۃ الخ من اور رکعت من اجمعة الخ من اور رکعت من الصبح الخ
 من اور رکعت من العصر الخ اس پر شاہد ہیں وہ شخص رکعت لغویہ اور حریفہ الاصلوۃ الا بجمعة
 الکتاب بعد لحاظ اس امر کے کہ ہر رکعت میں ضرورتاً فاتحہ ہے جو وہ جس قسم کی ضرورت ہے اس کی
 مؤید اور شہد معراج میں بوجہ تخفیف پچاس نمازوں کے بعد فقط پانچ کا ہر نماز اس طرف
 مشیر ہے کہ انتخاب پچاس کا ہونا باقی ہے اور کیونکہ نہ مقتضای تخفیف بشماۃ عقل سلیم
 یہی ہے اور اگر کہیں اس کے مخالف نظر آئے تو وہ ان ہیہ تخفیف ہی باعث تعلیل نہیں
 ہوئی بلکہ کسی جس قبح کا لحاظ بھی شریک حال ہے اس صورت میں رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کی قوت و ہمت سے یہ توقع ہے کہ آپ اس سبب محبوب کو بیوجہ ترک نہ
 کرتے ہوں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوٰۃ شب و روز کو متبع کیا تو پچاس ہی رکعتیں ہوتی ہیں۔
 ہاں اگر کبھی دیکھ لیں گے تو رات کو غالباً جبر و نقصان فرماتے تھے اور رات کو کچھ نقصان
 رہ گیا تو دیکھو اس کو پورا فرماتے تھے اس محمول نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھئے تو اس سے بھی
 یہی سمجھ میں آتا ہے کہ طول صلوٰۃ ایک کتہ تک ہی گر چو کہ دشواری پچاس بار کی حاضری
 میں سختی گواہ ہے رکعت کیلئے کیونکہ نہ تو تخفیف میں تقصیر اوقات زیادہ ملحوظ رہے
 علاوہ برین فقہا کا یہ ارشاد کہ صبح کی نماز کی ایک کتہ کے ملنے کی بھی امید ہو تو بطور

اوس کے سامان میں یا اوس پر متفرع ہیں یعنی اوس کے آثار میں داخل صلوٰۃ سمجھنا لازم ہے مگر جیسے اوپے لکڑی کو باوجود محقق مذکور نہ دیکھ سکتے ہیں جہاں کھانیکو رکھتے ہیں ان کو لے لے اگر کوٹھری یا صحن ہی تو اوس کے لیے دیکھ کا بی وغیرہ اور نہ وہ آثار اوپر بذات خود متفرع ہوتے ہیں جو کھاتے پر متفرع ہوتے ہیں نہ ان میں نہ وہ فراہ ہے نہ راحت روح افزا ہر وہی وغیرہ کو پانی تو سے گھڑے وغیرہ کی حاجت اور لکڑی اوپے وغیرہ کو آفتاب کی ضرورت توڑنے پھوڑنے کی حاجت ایسی ہی افعال صلوٰۃ و لمحات صلوٰۃ کو باہم متعارف سمجھئے اور اگر اس سے بھی زیادہ روشن مثال کی ضرورت ہو تو سنئے رعایا کو بغرض عرض مطلب استماع احکام شاہانہ دربار شاہی میں جانیکی ضرورت ہوتی ہے اور ایسے سے تمام آداب و تعظیلات جو وقت حضوری دربار بجالاے جاتے ہیں سوال ہی کی مدین شمار کئے جاتے ہیں مگر جیسے عرض مطلب کیلئے زبان اور استماع حکم کے لیے کان چاہئیں حضوری دربار کے لیے شست و شوی دست و پاوردی اور درستی لباس کی ضرورت ہے اگر حضور نہ ہوتا تو اوس کی کچھ حاجت نہ تھی اور عرض مطلب استماع حکم نہ ہوتا تو زبان کان کی حاجت نہ تھی ایسی ہی اعتبار صلوٰۃ کے اور احکام ہیں اور اعتبار حضور کے اور احکام البتہ جیسے عرض مطلب وغیرہ بحضور متصور ہیں ایسی ہی تحقق اعتبار بحضور متصور نہیں البتہ جیسے دربار کا جانا اور آداب کا بجالا نا سب از قسم سوال ہی سمجھی جاتی ہیں اور کیونکر نبھی جائیں حضور دربار اسی لئے ہر بذات خود مطلوب نہیں ہے ہی اعتبار صلوٰۃ اور اعتبار حضور کو متعلق اور ملازم خیال فرمائیے۔ عرض خچم یہ ہے کہ احکام انبیاء کرام علیہم السلام دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو از قسم روایت اور ایک از قسم روایت اول میں تو احتمال خطا ممکن نہیں انبیاء کرام علیہم السلام صادق و صدوق ہوتے ہیں وہ راوی خدا تعالیٰ

حق ضمانت امام و ادانہ تو مقتدیوں کی برات بھی مقصور نہیں اور مقتدیوں سے واجب ادا نہ تو امام کی برات میں کلام نہیں عرض و نادر نماز امام سے مقتدیوں کی نماز کا فاسد ہو جائے اور غیر
 اس پر شاہد کہ مثل حرکت کشتی صلوٰۃ امام مقتدیوں کی طرف منسوب ہے۔ جاتی ہے اور جیسے کہ کھون
 کشتی سے سکون جالس ضروری اور سکون جالس سے اوی کا سکون لازم آتا ہے اور دن تک
 متعدی نہیں ہوتا ایسی ہی دربارہ و نادر بیان بھی یہی حال ہے تیسرے سے چوتھے کے جیسے ہے
 تعدی ہوا وغیرہ موجبات اضطراب سے اگر کشتی مضطرب ہو رہی ہو تو جالسان کشتی کا اضطراب
 یعنی تہ و بالا ہوا ضروری اور فقط کشتی نشین کو اگر ہوا تند لگے تو نہ وہ تہ و بالا ہو سکتی اور نہ اس کے
 اور وجہ اس کی وہی اتحاد حرکت بطور معلوم ہے اور اسی وجہ سے اس اضطراب عدم اضطراب ہے
 یہ سمجھ جائے ہیں کہ اوپر سے افادہ اور اوپر سے استفادہ ہے کسی سے ہوا امام سے سب پر ہے
 سہو کا لازم آتا اور مقتدی کے سہو کسی پر سجدہ کا لازم آنا اتحاد صلوٰۃ پر بطور معلوم وال ہے اور
 او کو دیکھ کر اہل فہم سمجھ جائے ہیں کہ امام کی طرف سے افادہ اور اوپر سے استفادہ ہے چوتھے
 رکوع و سجدہ میں تقدیم و تاخیر کا مقتدیوں کے حق میں ممنوع ہونا بشراۃ فطرت سلیمہ اس پر
 شاہد کہ امام ہی کی نماز مقتدیوں کی طرف منسوب ہو ورنہ وہ صلوٰۃ متکامل یہ ضمانت لغوی یا چنانچہ
 امام کے سہو کا مقتدیوں کے حق میں کافی ہو جائے چنانچہ حدیث ابن عباس و سیر شاہد ہے اس پر لائق
 کرتا ہے کہ اصل مصلحت امام ہے اور مقتدی اس سے تفتیش نہیں الغرض صلوٰۃ امام و مقتدی بوجہ
 مذکورہ واحد امام اصل اور موصوف بالذات ہے اور مقتدی تابع اور موصوف بالعرض اور مکمل
 نہوا اگر اختلاف تشکلات ضروریہ معلوم سے قضیہ نور القمر مستفاد من نور الشمس کا یقین ہو جاتا
 ہے تو یہ بیان بھی استفادہ معلوم کا یقین ضروری اس لیے ضروریات اعتبار صلوٰۃ یا یوں کہیں
 ضروریات اعتبار القصاص بالذات مثل قرابت سبب امام غنیمتہ ہونے کے اور ضروریات اتباع علیہ

معلوم سنت صحیحہ کو ادائی کر کے کچھ سی کمی ہو کر وہ بھی صلوٰۃ ایک ہی رکعت کو سمجھتے ہیں یعنی جب تک اس صلوٰۃ بالجماعہ ممکن نہ ہو سنت موکرہ صحیحہ ترک نہ کرے دو نو فضیلتوں کو جمع کر کے ان اجتماع ممکن نہ ہو تو پھر جماعت یا وہ ضروری یا ایمنہ بعد تمام رکعت عود ارکان سابقہ بھی بحکم فطرت سلیمہ اسی پر دل ہو کہ صلوٰۃ واحد ایک رکعت پیچھے ہو جاتی ہوں صورت میں دو دو رکعت اور تین تین رکعت اور چار چار رکعت کو ایک صلوٰۃ کہنا یا میں اعتبار ہو کہ فصل والا جنبی کی اجازت نہیں مگر جیسے اس صورت میں صلوٰۃ متعددہ کو ایک صلوٰۃ بوجہ مذکور سمجھتے ہیں اسی ہی صلوٰۃ امام و مقتدی کے جو بدلہ لالہ وجوہ لاحقہ واحد ہے بوجہ تعدد مصلیین متحد قیستے ہیں وجہ اول تو یہ ہے کہ افضلیت امام علی الترتیب معلوم اس بات پر شاہد ہے کہ جیسے حرکت کشتی نشین سرعت و بطور استقامت و استوارۃ وغیرہ میں تابع حرکت کشتی ہے اسی ہی فضیلت و نقصان میں صلوٰۃ مقتدی تابع صلوٰۃ امام ہو جی وجہ دہوی کہ امام کا علم فائز و اوسع وغیرہ ہونا محمود و مستحب ہوا اگر وہ لو کی نماز میں جہدی ہو تین اور اس میں ایک دوسرے مستقل و متغنی ہوتا تو ان کے پیچھے کھڑا ہونا کچھ اس بات کو متغنی تھا کہ امام ایسا ہونا چاہیو نہ بہت سی متفرق بھی اس حکم کے مخاطب ہوتے ان فرض مثلاً کشتی و جاسان کشتی اگر امام کی طرف سے فاضلہ اور مقتدی کی طرف سے متعاضد نہیں تو افضلیت امام پھر کاہکی لئے ہی دوسرے حدیث الامام خاص اس بات پر شاہد ہے کہ امام کی نماز فاسد ہو تو مقتدیوں کی نماز کا فساد لازم ہو اور مقتدی کی نماز فاسد ہو تو اسی کی فاسد ہوگی اور کسی کی نماز فاسد نہ ہوگی تفصیل اس اجمال کی پھر کہ ضمانت و وجوب حق پر دل ہو اور ظاہر ہے کہ اسے حق ضمانت سے اصل مدیون بری ہو جاتا ہو نہ باریں او کی گردن پر رہیگا اور مدیون اگر عوض مال مودی ضمانت کو نہ دے تو مدیون ہی کے ذمہ مطالبہ رہیگا خاص کے ذمہ کسی کا مطالبہ نہ رہیگا اس لئے یہ ضرور ہے کہ

کہنے ضروریات الصاف بالعرض مثل نیت اقتدار نسب متقدیون کے ذمہ اور ضروریات اعتبار
حضور مثل رکوع و سجود وغیرہ دونوں میں مشترک شریح اس محاکمی یہ کہ صلوٰۃ کو تو صلوٰۃ باعتبار
حوض محروض معلوم و تمام احکام مقررہ جو قرآن فاتحہ اور قرآن سورۃ میں ہوتا ہے کہتے ہیں
وجہ اس کی اول توبہ کہ لفظ صلوٰۃ بدلا لہ فقہ اللغۃ اس جانب بشیر کہ دعائے لسانی مقصود
ہی دوسرے جیسے قوۃ باصرہ وغیرہ قوی کو دیکھنے سننے کیلئے بنایا اور اس لئے یہ امور ان
قوی کے حق میں طبعی ہیں ایسی بدلا لہ واخلقت اجن والانس الاتعبدون نفوس انسانی کو
عبادت کیلئے بنایا ہی اور اس وجہ سے عبادۃ انکے حق میں ایک خواہش طبعی ہوگی مگر چونکہ طاقت
و عبادۃ اس کو کہتے ہیں کہ مطاع و معبود کی موافق مرضی کیا کرے مگر اس کی مرضی کا جاننا اس کو
بتلائے پر موقوف ہے اس لیے بالفرض حکم شوق عبادۃ خدا تعالیٰ سے استدعا ہی ہر ایتہ ضرور
ہوئی سوال میں ایسی استدعا اور استدعا کا جواب کے ہمتا کیلئے یہ فضل العبادات
یعنی نماز مقرر ہوئی قیام کا اس لیے موضوع ہونا تو خود ہی ظاہر ہے رکوع و سجود اگر نظر
سری سے دیکھئے تو یکہ بھی مثل سبحانک اللہ اوس کے کلمات میں سے ہیں اگر سبحانک اللہ
بمنزلہ سلام دربار ہی تو رکوع و سجود مثل آداب نیاز وقت الغام ہیں یعنی جب سوال آہنا الصراط
المستقیم کے بعد سورۃ پڑھی گئی تو بدالات ذلک کتاب الاریب فیہ ہدی للمتقین یہ معلوم ہوا
کہ سائل کا سوال پورا ہو گیا اور اس کی امید پوری ہو گئی اس لیے اس پر انعام کے شکرینہ
میں آداب و نیاز بجالانا اس کے ذمہ ضرور ہوا البتہ اس تقریر کے موافق یہ مناسب تھا کہ سلام
قرآن بعد فاتحہ ہر رکعت میں پڑھا جائے تاکہ جو کچھ کتاب کی نسبت یہ ارشاد ہو ہی للمتقین شاید
یہی وجہ ہوئی کہ بعض صحابہ نے بعض اوقات ایک رکعت میں سارا قرآن پڑھ لیا تھا مگر جیسے
پانی کے ہر قطرہ کو پانی اور خاک کے ہر ذرہ کو خاک کہتے ہیں ایسے ہی قرآن کے ہر کلمے کو

القرآن فاستموا له والاضواء ان اكره اصلية وتبعيته نهوتی توجیس و منفرد اگر چه قریب ہی
 قریب کیوں نہون دربارہ قرأت ایک دوسرے کا کفیل نہیں ہوتا تو یہاں بھی ایک کو دوسرے
 کا ضامن نہکتے اور بھیجی نہیں تو کبھی اولٹا ہو تا مگر نہو کیا کیجئے کہ امام کی قرأۃ تونب کے
 نزدیک ضرور پڑھری اس صورت میں تدبیر اتقاع واقعات بخواسکے اور کیا ہے کہ مقتدی
 خاموش رہیں مگر چونکہ اصل وجہ اس قرأت اور اس استماع وانصاف کی وہی اصلیت
 امام وتبعیت مقتدی ہی تو صلوة بتری بھی اس قصیدین ہنگ صلوٰۃ بھری نظر آتی ہی رسی
 بنا پر پھر ارشاد ہوا من کان لہ امام فقرا الامام الخذ کمما قال رہی حدیث عبادہ جو واجب
 قرأۃ فاتحہ علی البقتدی پردلالتہ کرتی ہی ادل تہ او س کے ثبوت میں کلام دوسرے اگر ہی
 بھی نو حسن ہر صحیح نہیں اور اگر بعض محدثین کی تقلید کیجئے اور صحیح بھی کیسے تو آیہ مذکورہ
 کی معارض نہیں ہو سکتی او سکی وجہ سے مفہوم آیہ میں تاویل کرنی یا تخصیص کرنی جس کا
 حاصل وہ نسخ ہی زیبا نہیں او سکو آیہ سے نسخ کہیں توزیا ہی مان نسخ بیوجہ سے نسخ موجب
 زیادہ دشمن ہوتا ہی ایسے یہ گنجلش ہر کہ سیسہ اسکا۔ حنفیہ اسلامات میں تدریج ملحوظ رہی ہم
 یعنی صلوٰۃ وزکوٰۃ اول فرض ہوئی پھر جہاد پھر صوم پھر حج ایسے ہی ایک ایک حکم کو دیکھنے
 تو اکثر احکام میں اپنی تدریج تکلیگی خاصکر صلوٰۃ حدیث حضرت معاویہ ابو داؤد میں دربارہ
 قول احوال صلوٰۃ ہوئی ہی او سپر شاہی اور اول سلام و کلام کا جائز ہونا پھر نوحہ قوموا للحد
 فانتمین باوکا منع ہونا بھی اس طرف مشیری سو بعد غریبون معلوم ہوتا ہی کہ جبے تعمیر کان
 سے پہلے مادہ تعمیر سامان عمارت یعنی اینٹ چونا کٹری وغیرہ فراہم کیا جاتا ہی اور اسوقت
 نہ وہ ترتیب ملحوظ رہتی ہی جو وقت تعمیر پیش آتی ہی چنانچہ بسا اوقات کریان او شیرایشون اور
 پتھرون ہی پہلے خرید لیتے ہیں اور وہ پتھر اور اینٹیں جو سبے اوپر لگانی جاتی ہیں سبے پہلے آجاتے

تحقق سوال قالی سے مقدم ہو لیکن ظہور میں اس سے متاخر ملکہ اس کا محتاج تھا اس لیے وہ افعال جو بالطبع نظر احوال شمار الیہ ہوں وضع میں سوال قالی سے مؤخر ہے مگر اس صورت میں نماز کے تمام ارکان کا استوعاب کھینچنے کیلئے موضوع ہونا زیادہ تر ٹون ہو گیا اور یہ بھی روشن ہو گیا کہ بقیۃ طول قنوت غلط نہیں ہے یہ بھی روشن ہو گیا کہ جیسی ایمان بانیہ ہو جبکہ وہ نیت ایک عام اور غم انقباض مطلق ہے تمام اعمال سے افضل ہے حالانکہ عمل نہیں نیت خاص کا ہوتا ضرور ہی ہی صلوٰۃ بانیہ کہ اس میں استدعا ہے ہدایہ مطلقہ اور ظہار امتثال مطلق ہوتا ہے حلقہ عبادات سے افضل ہے اور کیوں نہ ہو زکوٰۃ و صوم تو قطع نظر اس سے کہ ایک مثال خاص ہیں اہل میں عبادۃ بنی ہیں بوجہ اتحاق امتثال اور عبادۃ بن جاتی ہیں ورنہ لازم آئے کہ خدا تعالیٰ سب میں زیادہ عابد ہو کیونکہ زکوٰۃ اہل مقصود داد و بخشہ ہوتی ہے و صوم میں اہل مقصود تنہا ہوتا ہے کہ ان دنوں باتوں میں خدا تعالیٰ سے زیادہ ہر مہر حج اس کے ارکان اگرچہ مثال ارکان صلوٰۃ باعتبار اہل طبیعت متوسط محبت انقباض و پر دلالت کرتے ہیں مگر چونکہ اس کے افعال اہل میں منظر شیون محبت ہیں تو وہ عموماً اطلاق جو یہ کہان چہر صلوٰۃ دلالت کرتی ہے محبت ہر چند سامان ملتا ہو نہ اس کے بعض آثار مثل تنگدلی وغیرت وغیرہ لیا اوقات بظاہر مومہم انقباض ہو جاتے ہیں علاوہ بریں اہل انقیاد اور واسطہ انقباض میں بہت فرق ہے حج میں اسطہ انقباض ہے اور نماز میں اہل انقباض اسطہ انقباض جہاد وغیرہ طاعات کو خیال فرمایئے لیکن در صورتیکہ در بارہ اعتبار صلوٰۃ جو اہل مقصود میں الصلوٰۃ ہے چنانچہ اختصاص و ہستار بنام صلوٰۃ بھی اور پشاید ہی امام اہل ٹھہر اور مقتدی اس کے تابع اور اس سے مستفید تو بحکم انقباض بالذات ضروریات اعتبار صلوٰۃ یعنی فاتحہ جو ایک عرضی بندگان سراپا اخلاص اور استدعا سے طبعان باوقار ہے در صورت وغیرہ جو حکماء احکم الحاکمین ہے۔ امام کی جانب مایہی وجہ ہو یہ ارشاد ہوا و اذ انکر

بھی کافی ہے علاوہ برین اگرچہ غرقاً استماع ہو تو قیام در کوع و سجود واحد بھی کافی ہوا
 کرے علیٰ ہذا القیاس قیام اور دو سجدوں سے نماز ہو جایا کرے اس وقت نہ ولون آیوں
 میں تعارض باقی رہتا ہے اور نہ اعتراض ظہنیت حدیث بوجہ تخصیص در بارہ فرضیتہ قرآنہ علی اللہ
 والمنفرد قاض ہو سکتا ہے اگرچہ جواب اعتراض مذکور بھی ہو سکتا ہے کہ آیہ فاقروا در بارہ قراءۃ
 خاص ہے اور عموم و خصوص بعض اگر ہے تو باعتبار مخاطبین ہے اس لیے اگر قطعیت مہمل الظہنیت
 ہوگی تو در بارہ تعین مخاطبین ہوگی نہ در باب قراءۃ پر جیسے بدلالة حدیث صدیقہ میں احتیاط
 پر نظر کر کے اس حدیث کو حرام کر دیا ہے جس کے اصطلاح میں اور کتاب بھی شریک ہو جائے یہی
 بوجہ احتیاط اور ان لوگوں پر قراءۃ فرض ہوگی جبکہ حکم قراءۃ سے خارج ہونا کسی دلیل
 سے ثابت نہیں ہوا اگرچہ مستحی احتیاطی و تفرضیتہ بھی یہ استحقاق کھیتی ہے بالکل نہ
 آیہ فاقروا اور آیہ اذ قرئی القرآن میں تعارض ہے اور نہ حدیث لا یصلوہ الا بغائۃ الکتاب
 وغیرہ احادیث والہ علی وجوب قراءۃ فاتحہ اور آیہ میں تعارض ہے ان البتہ حدیث عبادہ
 اور آیہ اذ قرئی القرآن میں باعتبار تنطوفی عارض ہے بلکہ اشارات مذکورہ حدیث مذکور کا تہم
 اور آیہ کا تاثر نہایت تہم آیہ و تاخر حدیث زیادہ ترجیحاً ہے پھر اوپر حدیث کی صحت میں
 ادھر قائلان وجوب قراءۃ فاتحہ علی المقتدی کو دیکھا کہ فکر تخیل آیہ سے غافل نہیں صحابہ
 کرام میں حضرت ابو ہریرہؓ اور ابیہ فقہ میں حضرت امام شافعیؒ کو ایجاب فاتحہ علی المقتدی
 میں زیادہ تشدد ہے مگر حضرت ابو ہریرہؓ تو تتبع سکات امام ارشاد فرماتے ہیں اور حضرت
 امام شافعیؒ کے مقلد و کو دیکھا کہ امام بعد فاتحہ دیر تک است کھڑا رہتا ہے اور اس وقت مقتدی
 فاتحہ پڑھتے ہیں سو اس کے کہ سکات امام اور سکۃ طویلہ میں الفاتحہ والسورۃ کو ایک تجزیہ
 اضطرابی کہنے اور کیا کہنے حدیثوں میں مرفوعا شاید کہیں مجھے دونوں باتیں نہوں اگر یہ

کہ بالفرض یہ حدیث بھی معارض ہوئی تو یہ بھی بمقابلہ قرآن شریف واجب ترک تھے مگر اسکو
کیا سمجھتے کہ یہ حدیث اصلاً معارض نہیں حاصل منطوق حدیث مذکور یہ ہے کہ ایک صلوۃ کیلئے
ایک فاتحہ چاہئے سو باعتبار طول ایک کثرت ایک صلوۃ تھی اسلئے ہر رکعت میں فاتحہ ضروری
ہوئی اور باعتبار عرض صلوۃ امام و مقتدی صلوۃ واحد ہی یہاں بھی ایک ہی فاتحہ کافی
ہوگی الغرض احادیث مذکورہ میں سے حدیث عبادہؓ کو باعتبار منطوق قرآن سے متعارض
ہو مگر بوجہ اختلاف زمان جبہ شہادۃ فطرۃ سلیمہ موجود ہی تھا ص نہیں کہو کہ تعارض کیلئے وحد
زمان بھی ضروری ہوئے تھے اہل سنت و جماعت تناقض ہے اور حدیث لا صلوۃ الا بآذانہ الکتاب میں
باعتبار منطوق بھی تعارض نہیں گواہ ظاہر کو معلوم ہوتا ہوا البتہ تعارض فاقروا کا گھٹکا ہنوز
باقی ہے اس کی مدافعت کیلئے یہ گذارش ہے کہ قراءۃ باعتبار صلوۃ مطلوب ہے اور بحکم بعض مقتدی
معروضہ ضروریات صلوۃ کی ضرورت مصلی بالذات اور اس وصف کے موصوف بالذات کو ہوگی
اس لیے مخاطب فاقروا سوائے امام منفرد کے اور کوئی نہیں ہو سکتا اور کیونکہ ہون بالذات
سیاق و سباق مخاطب فاقروا مصلیٰ اور اطلاق مصلیٰ موصوف بالذات بالصلوۃ پر تو تحقیق ہے اور
مستبعد ہر حال پر مجازی کیونکہ وہ واقع میں مصلیٰ ہی نہیں ہوتا اس صوصت میں خطاب
فاقروا میں مقتدی داخل ہی ہونگے جو اخراج کی ضرورت پڑے بلکہ مدگ کو مع کمال اجماع
اس حکم سے سبکدوش ہونا اسی کی تفسیر ہے کہ مقتدی حقیقتہ میں مصلیٰ ہی نہیں اور اس لیے
فاقروا کے مخاطب فقط امام و منفرد ہیں مقتدی نہیں اور یہی وجہ ہوئی کہ قیام اوس پر فرض
ہوا کیونکہ قیام بوجہ قراءۃ مطلوب تھا جب قراءۃ ہی اوسکے بغیر نہیں اور نہ وہ حکم قراءۃ
مخاطب تو پھر مطالبہ قیام ہی وہی باقی وجوب قیام رکعات باقیہ بحکم حضورؐ نے بحکم صلوۃ
س کے بعد اس تاویل کی کچھ حاجت نہیں کہ لاکثر حکم الکمل تین فرضوں میں سے دو کا ادا کرنا

سے منتشر ہوتا ہے اور میں اختلاف ہو تو وہ درحقیقت اختلاف انشراح پر اور تعارض ظن و تخمین
 اگر ارباب انشراح میں سب برابر ہیں تو بشرط تساوی مشاہدہ اعتبار میں بھی برابر ہونگے اور انکے
 بعد جو کوئی کہیگا انھیں کے حوالہ سے کہیگا جس کی کو متاخرین میں سے منجملہ ائمہ جرح و تعدیل کا
 اعتقاد زیادہ ہوا اُسے اسیکا اتباع کیا ایک کا اعتقاد دوسرے حق میں واجب الحماظ نہیں جو اسکا
 قول قول فیصل سمجھا جائے یہ بات درایت میں تصور ہے یعنی اگر کسی نے بنا احکام کا پتہ لگا دیا
 جیسا کہ بشرط انصاف اور ارق معروضہ میں ہوا ہے تو پھر ہر حکم ٹھکانے لگ جاتا ہے اور اسلئے اسکا
 قول قول فیصل ہو جاتا ہے پھر اگر حدیث عبادہ اور طرق سے مروی ہے تو حدیث میں صلی بھی باللفظ
 یا بالمعنی اور طرق سے مروی ہے ہمام محمد کی موطا اور مطالعہ فرمایگا اور میں بعض طرق ایسی بھی ہیں
 انشاء اللہ علی شرط تخمین ہوں اور یہ بات سراسر تعصب اور نا انصافی کی ہے کہ امام محمد اور امام
 ابو حنیفہ کا روایت میں اعتبار ہی نہ کیا جائے اگر روایت میں فقہار کا اعتبار نہیں تو اور فقہاء کچھ
 اولیٰ ہونگا کیا سمجھتے اس ویرانہ میں ہوا کتب حدیث کا بالکل پتہ نہیں اور دیوبند و سہروردی
 میں اگر بعض کتابیں ہوں بھی تو یہاں سے ور علاوہ برین کچھ بوجہ تو اتر امراض ناتوانی کچھ قیام
 کی تن آسانی کتاب لکھنے ایک موت ہو ورنہ اس باب میں بھی کچھ لکھنا بنا چاہی اپنی ہی حیثیت
 پر لکھنا کرتا ہوں میرے احباب تو بوجہ حسن ظن و محبت تحقیقات و شہادت سمجھیں گے پر اور لوگ شاید
 ان خیالات کو خیالات شاعرانہ سمجھیں اسلئے لکھنے کو بھی جی نہیں چاہتا مگر دنیا بامید قائم ہوں
 سمجھ کر شاید آپ کو بھی شرب وفاق مذاق نظر آئے کچھ تو لکھ چکا ہوں اور کچھ اور لکھتا ہوں کتنی
 شاید تقریرات گذشتہ کو سن کر کسی کو یہ خیال ہو کہ اگر امام موصوف بالذات ہو اور اسوجہ سے امام اور
 مقتدیوں کی نماز واحد ہو تو مقتدی کی ذمہ طہارۃ اور تہ عورت اور استقبال قبلہ اور کعبہ و سجود بھی
 سنونا چاہیئے یا بھی امام ہی کے سر ہوتا ہو اور ہر جائز و شہیجات اور التحیات اور رود و دعا

مقتدی کے ذمہ واجب ہیں تو بمقتضا سے وصف صلوٰۃ نہیں ورنہ لازم تھا کہ بمقتضا
 حکم لاصلوٰۃ اول سے آخر تک سوا فاتحہ کچھ نہ پڑھا جائے بلکہ وجوب علی المقتدی یا استحباً یا تنبیہاً
 وصف حضور میں اور میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ یہ دونوں اعتبار متغایر ہیں گو ایک ہی صدق
 پر عارض ہوں اور اگر یہ خیال کیا جائے کہ اصل صلوٰۃ وہ قراءۃ معمودہ اور کسوع و سجود وغیرہ
 یعنی بالصلوٰۃ تو اتحاد مصداق بھی نہیں ہوتا احکام بھی دونوں اعتبار متغایر ہیں اور ہر ایک کے
 آثار اور مقتضیات مجید سے مجید جو کہ حضور میں دونوں برابر ہیں تو اسکے آنا بھی مشترک رہیں گے
 اور صلوٰۃ میں امام منفر ہو تو قراءۃ جو اس کی مقتضیات میں سے ہے امام ہی کے ساتھ خاص ہوگی
 اور نہ اقتداء جو مقتضیات سے استفادہ اور التماس بالعرض میں ہے تو مقتدی کے ساتھ مخصوص
 ہوگی اور چونکہ موصوف باذات کو خصوصیات سے استثناء لازم ہے لہذا اسکے ذمہ نہایت امتناع ہوگا اور
 ہوتی یہ تبعاً بھی منافی ہو جائیگا کہ سوائے انکے کوسجرات اور التحیات تو مقتدی کے ذمہ ہیں و الا انکہ
 فی حدیثہ جناب ان ضروری نہیں اور قراءت جو تہنہ آوایہ فاقروا ضروری ہے یا خصوصاً زائیمہ کی طرف
 پر نص قاطع لاصلوٰۃ الابغاثہ کتاب موجود ہے اس کے ذمہ نہ ہی ارغام پر اس معنی کو بیان کیجئے
 تو پھر اس کی یہ صورت ہے کہ آپ رہا اور سلام تو بھی حاضران و رہا پر کیا لایا کرتے ہیں ہر حرف منقطع کچھ وقت اور
 استماع جواب کیلئے کوئی ایک ہی آگے بڑھتا رہا کسی کوئی لائی ہی کو آگے بڑھتا یا لیتے ہیں اور بطریق اگر
 سبحانک و تبحیات اور التحیات اور کلمات سب بحال ہیں اور قراءۃ جو حقیقہ معروض منقطع ہوا ورنہ اگر
 جواب ہے امام ہی کے ذمہ ہے تو کیونکہ یہ اس صورت میں بھی امام کی فضلیت کے محمول و مطلوب ہوئے ہیں معلوم
 ہو جاتی ہے اس سب گذارش کے بعد کچھ گذارش ہے کہ عربی شاذ فان تلاحظ فی شیء فردہ الی اللہ والرسول
 انکم ترضون باللہ والیم الامر ذلک خبر حسن تاویل ترک قراءۃ مختلف امام قراءۃ المقتدی سے غیر اور حسن
 معلوم ہے تا فی حق میں اس مجال کی یہ ہے کہ جس سے کم نہ ہو جو عبادت ترک قراءۃ قواعد مقررہ شرع پر منطبق ہے امام

اور تکبیر و تسلیم بھی جبر میں مطلوب ہیں اوی سے مطلوب ہوتے اس لئے یہ گزارش ہے کہ عورت
وصف کیلئے یہ ضروری ہے کہ بر وض یعنی موصوف بالعرض احاطہ موصوف بالذات سے خارج ہو درمیان
بھی کہیں ہونا استفادہ ہرگز مستفیض کیلئے کافی نہیں اس کے احاطہ میں ہونا ضروری سخاوت کی نور سے
مستفیض ہو سکے لیے بوجہ مجرورین سے کیف مانفتی کہیں نہ ہونا کافی نہیں اور پھر جب کے احاطہ میں
ہونا ضروری اسی ہی امام سے استفادہ حاصل کیلئے نہیں ہونا کافی نہیں اوی کے احاطہ میں
صلوٰۃ ہونا ضروری اگر امام کے قول و فعل سے غایان ہو کہ وہ بقدر وسعت حال اور ہر سے غائب
ہو گیا اور خدا کی درگاہ بے نہایت میں حاضر ہے خطاب بحالک و سوال ابدنا الصراط المستقیم اور سوا
بسنہ کھڑا ہونا پھر کبھی جھکا اور کبھی سرکہ دینا بدیہ کمال اس حضور پر وال میں ہی وجہ ہے کہ اختتام صلوٰۃ
پر سلام کو کھانگیا کیونکہ انقطاع غیبت فی الجملہ پر جب سلام سنون ہو اتو اس غیبت کبریٰ کے انقطاع
کے بعد سلام کیوں نہ مشروع ہو گا اس سے زیادہ اور کون سی غیبت ہوگی کہ عالم ہر کان سے غائب
ہو کر عالم و جوہر میں ہی ہو چکا ہو یا اجماع امام وقت نماز دربار خداوندی میں حاضر ہوتا ہی اس صورت میں کسی
حال میں کہیں نہ ہونا تو کیا اور نہ بے نہایت میں بھی امام سے علیحدہ ہو کر حاضر ہونا کافی نہیں
وہ درگاہ توبہ نہایت ہر دیا سب تنہا ہی ہیں جب ان میں خارج از احاطہ صلوٰۃ ہونا کافی نہیں تو بارگاہ
غیر مجرور میں کہیں نہ ہونا کیا نافع ہو گا اور کیا احاطہ میں اور اس کے ساتھ ہونا چاہئے ہی وجہ
ہوئی کہ نیت اقتداء ضروری یعنی مقتضای انصاف بالعرض نیت اقتداء مقتدی کے وہ ضروری
ہر اس وقت میں مقتدی کو بھی حضور دربار خداوند عالم ضروری ہو مگر حضور دربار حکام مجاہدین و بشائمان دنیا کو
لازم ہے کہ حاضر ہو تو الالہا نہ کہے لباس درست کہے و ان ہو چکے تو منہ نہ اودھر کو ہوا داب بار
بجلائی حاضران دربار خداوند کی ذمہ دیکھیں کہ انہوں نے پہلے پاک صاف ہوئے لباس مناسب پہنے
ہو چکے تو رومی نیاز اودھر کو رہ اپنے اپنے موقع پر آداب مناسب بجا لائے الغرض یہ امور جو

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

خدمت میں علماء دین کی عرض ہو کہ کیا شخص کہہ لے گا کہ جو پر نگینہ ضلع مجبور کار ہے نہ والا یا نہ کرتا کہ
کہ خدا بچے ظاہر ہو نہ نماز باطل ہوگی اور تراویح آخر رکعت پڑھیں نہ گنت پڑھیں ان فضول کے
اور تقلید کی امام کی نکرنا چاہیے جس حالت میں کہ چاروں مذہب سست ہیں پھر امام عظمیٰ (علیہ السلام) تقلید
سے کیا فائدہ ہو جواب ہر ایک ہر کا اپنی سر سے مزین فرما کر ارسال کریں کہ اس شخص کو نہ پڑھنا چاہیے
جواب محمد مہمن میاں نے گھیس صاحب سلامت بعد سلام گدازش ہو کہ میں پہول تیسرے روز
پیر کے دن دیوبند سے یہاں اپنے وطن میں پہنچا آپکا خط ملا دیکھا رنج ہوا کیا خدا کی قدرت ہو کہ کل
جس طرف سے مصالحتی چیزیں آتی ہو کہ وہاں مسلمانوں میں اختلاف ہو وہاں تلخ ہر کہیں سے اتفاق کی
خبریں نہیں آتی ہاں کفار کے جتنے انسانے سے جاتے ہیں کہ یوں اتفاق ہو طرح اتحاد وغیرہ مجر
انا للہ وانا الیہ راجعون کے اور کیا کہتے آپ کی خوشنودی خاطر منظور ہو اسلئے جواب لکھتا ہوں ۹۶
ایسے جھگڑے میں نہ جانی یا محض فضول سمجھتا ہوں جناب میں جیسی کہ بے کے جگہ نے اودال کی ہاگم
ڈال اور خاکے بدلے خافشین کی عوض میں اور عین کے مقام عین ولام کی مکان میں نہ کوئی
پڑھتا ہو اور نہ کوئی جائز سمجھتا ہو اور اودنے سے لیکر علی تک ہر کوئی اس بات کو سمجھتا ہو ایسی ہی
خدا کو چھوڑ کر ظاہر نہا بھی خلاف عقل و نقل ہو یہ بات عقل و نقل کی رو سے منجانب خلاف ہو جسکی
برائی خود کلام الدین میں موجود ہے پھر معلوم نہیں کہ جمل کے عالم کو سوجہ ہے یہی نامعقول یا نہ کہہ سکتے ہیں
اور اہل اسلام کیوں ایسی بات تسلیم کر لیتے ہیں مگر شاید عوام فتوؤں کی مہر و نگوں کی کچل جاتے ہیں اور
یہ کون جانے کہ کتابوں کا سمجھنا اور فتوؤں کا کہنا ہر کیوں نہیں آتا اب تقلید کی بات سنئے لاریب

ہوتا ہی اور تناقراۃ خلف الامام کو منطبق نہیں پاتے البتہ حاسیان قراۃ خلف الامام اسباب میں
اگر بول سکتے ہیں تو اتنا ہی بول سکتے ہیں کہ روایت قراۃ فاتحہ روایات ترک قراۃ سے اقویٰ ہو مگر
اول تو یہ دعویٰ غیر مسلم اہل انصاف تو عجیب نہیں اس بات کو تسلیم کریں اور اگر بالفرض اس بات کو تسلیم
ہی کیجئے تو اس کو عمل بالاحوط کہنا چاہیے از قسم ردوالی اللہ والرسول نہیں اور ظاہر ہے کہ اہل احتیاط
اور بدوقت تک ہو جب تک حقیقہ حال معلوم نہ ہو اگر حقیقہ الامم منکشف ہو جائے تو بھلا احتیاط کیلئے موقع
ہی نہیں رہتا اس حساب سے یوں سمجھ میں آتا ہے کہ قوۃ روایت باعتبار روایت قوۃ سند سے بڑھ کر ہے ہی
وجہ معلوم ہوتی ہے فقہاء کا سند میں زیادہ اعتبار نہ ہو اور کیوں نہ ہو روایت بالمعنی اکثر ہوتی ہے اور ممکن
فہم ہی کی زیادہ ضرورت ہے بالجملہ باعتبار روایت نسخ قراۃ مقتدی زیادہ موجب ہے پھر اس پر تضاد آتا ہے
واذا قرئ القرآن سے تو باعتبار سند بھی تارکان قراۃ ہی کی طرف رہی اس پر بھی امام ابوحنیفہ طعن
اور تارکان قراۃ پر عدم جواز صلوۃ کا الزام ہوا کرے تو کیا کیجئے زبان قلم کے آگے کوئی اثر نہیں ہوا
نہیں بہار نہیں ہو کر دیکھئے باوجود وجوہات مذکورہ اور استماع تشنیعات معلومہ فاتحہ پڑھنے والوں سے
دست و گریبان نہیں ہوسکتے بلکہ یوں سمجھ کر کہ ہم تو کس حساب میں ہیں امام اعظم بھی باوجود عظمت شان
امکان خطا سے مستزہ نہیں کیا عجیب ہے کہ امام شافعی علیہ الرحمۃ ہی صحیح فرماتے ہوں۔ اور ہم ہنوز انکے
قول کی وجہ بنسبے ہوں اس میں زیادہ تعصب کو پسند نہیں کرتے چرچوت امام علیہ الرحمۃ کی تو یہی
سنی جاتی ہے دل جل کر خاک ہو جاتا ہے اور یوں ہمیں آتا ہے کہ ان زبان دہانوں نے جو یہاں تک کہ ہم بھی ان
تراویح پر آجائیں اور دو چار بھی سنائیں پر کیا وہاں اخطائیں اچھا ہوں قالوا سلاما واذا ہوا بالنور والکرام
احادیث منہ منزع مانع ہیں و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین فقط

یہ دیکھ کر بھی یہی انداز اختیار کرے اپنا علاج اپنے آپ کرنے لگے اور بلیبوں سے کام نہ رکھے تم
 ہی کہو ایسے آدمی عاقل کہلائیں گے یا بیوقوف سو ایسی ہی کسی عالم کو غیر مقلد و یکہ جہاں اگر
 تقلید چھوڑ دین تو یوں کہو علم تو تھا یا نہ تھا عقل زین بھی دشمنوں ہی کو نصیب ہوئی اور جاہلوں کو
 جانے دیجئے اجل کے عالم القین جانے کل نہیں تو اکثر جاہل ہی ہیں بلکہ بعض عالم تو جاہلوں سے
 بھی زیادہ جاہل ہیں دو کتابیں اردو کی تعلیم و باکرو غلط کتے پھرتے ہیں اور علم کے نام خاک بھی
 نہیں جانتے کم سے کم علم ات تو ہر کہ علم کی ایک کتاب طالب علم کو پڑھ سکے باقی ہی تراویح اس
 میں جو اجل ملاوٹوں نے تخفیف نکال دی ہو مٹی میں کی آٹھ کڑی ہیں تو ہر ایک کو بوجہ ساری
 یہ بات پسند آتی ہے یہ بات کوئی نہیں سمجھتا کہ آٹھ رکعتیں جو حدیث میں آتی ہیں تو وہ اشجار کی
 رکعتیں ہیں شجر اور چیرہ ہوا و ترانچ اور چیرہ تراویح کی حد میں ہی رکعتیں ہیں حضرت عمر رضی اللہ
 عنہ کے زمانہ میں ہزار گنا وہ یہ تھے اوس زمانہ میں سے لیا کہ آج تک کسی نے نہیں کھت میں کچھ بات
 نئی تھی مگر آج کل ایسے اُن پڑھے اسی عالم پیدا ہوئے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمر اور صحابہ کی
 بھی غلطی نکالی سبحان اللہ یہ ہونا اور عس کی وال باقی یہ کہنا کہ حضرت عمر سے پہلے بتیں کہ نہیں
 پڑھتے تھے یہ خیال خام ہے یہ بات اتنی بات کی کہ جو کچھ آئی کہ حضرت عمر کے زمانہ میں بتیں کا اہتمام
 شروع ہوا دیکھئے پہلے زمانہ میں نکاح ثانی کا اس لئے چندان اہتمام تھا کہ اس نکاح کو اتنا برا نہ کہتے
 تھے جیسا کہ ولی اللہ صاحب نے یہ دیکھا کہ اس امر کو آج کل معیوب سمجھنے لگے انہوں نے ہر
 ذکر اپنی تصانیف میں کیا آخر کار انکی اولاد اور انکے شاگردوں نے اسکو جاری کرنے میں کمزوری
 مگر اس کے بیچنی نہیں کہ یہ کھنکھراتی شاہ ولی اللہ صاحب انکے خاندان کا ایجاد رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی بات نہیں ایسی ہی بس رکعت کو حضرت عمر اور انکے زمانہ کے
 صحابیوں کا ایجاد نہ سمجھے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی سمجھے ورنہ اسکے یہ معنی ہوئے

دین اسلام ایک ہی اور چاروں مذہب حق مگر جیسے فن طبابت یونانی یا ڈاکٹری انگریزی ایک ہے اور سارے طبیب کا قائل قابل علاج اور ہر ایک ڈاکٹر لائق معالجہ ہے اور کچھ وقت اختلاف تشخیص طبع یا مخالفت رائے ڈاکٹر ان جس طبیب کا علاج یا جس ڈاکٹر کا معالجہ کیا جاتا ہے ہر بات میں اسے کیا کہنا کیا جاتا ہے دوسرے طبیب کی یاد دوسرے ڈاکٹر کی رائے نہیں مٹی جاتی ایسی ہی وقت اختلاف رائے و مجتہدین جس امام یا مجتہد کا اتباع کیا جاوے ہر بات میں اُن کی تابعداری ضروری ہے کبھی ایک طبیب یا ڈاکٹر کا علاج چھوڑ کر دوسرے کی طرف رجوع کر لیتے ہیں اور پھر بعد رجوع ہر بات میں دوسرے کا اتباع مثل اول کیا جاتا ہے ایسی کبھی کبھی بعض بزرگوں نے زمانہ سابق میں سیدوہ سے ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کر لیا تھا اور بعد تبدیل مذہب ہر بات میں دوسرے ہی کا اتباع کیا یہ نہیں کیا کہ ایک بات اُن کی اور ایک بات اُن کی اور اس تدریس سے ایک لاندھی کا پانچواں انداز نظر لیا امام طحاوی جو بڑی محدث اور فقیہ ہیں پہلی شافعی تھے پھر حنفی ہو گئے تھے بالکل بے تقلید کام نہیں چلتا یہی وجہ ہوئی کہ کروڑوں عالم اور محدث گذر گئے پر مقلد ہی ہو امام ترمذی کو دیکھتے کہتے بڑے عالم اور فقیہ اور محدث تھے ترمذی شریف اور نہیں کی تصنیف ہی باوجود اس کمال کے مقلد ہی تھے اعتبار نہ تو ترمذی شریف کو دیکھ لیجئے جیسا کہ ایسے عالم اس کمال علمی پر مقلد ہی رہے امام شافعی کی تقلید امام ترمذی نے کی اور امام طحاوی اور امام محمد اور امام ابو یوسف نے امام حنفیہ کی تقلید کی ہو پھر آج ایسا کونسا عالم ہو گا جسکے منہ تقلید ضروری نہ ہو اگر کسی مجتہد عالم نے اماموں کی تقلید نہ کی بھی تو کیا ہوا اول تو کروڑوں کے مقابلین ایک کی کون سنتا ہو غافل سے پوچھو گے یہی کہیگا کہ حیرت ایک جہان کا جہان ہو وہی بات ٹھیک ہوگی یا نہیہ کونی نقل کی بات ہو کہ اس باتیں عالموں کی چال ہم اختیار کریں یہی بات ہے کہ کوئی صریح چاہی ی طبیب کو مرض کی وقت دیکھے کہ اپنا علاج آپ کرتا ہے اور دوسرے طبیب سے دو انہیں پوچھتا

53	H 54	H 55	H 56	H 57	H 58	H 59
78	H 79	H 80	H 81	H 82	H 83	H 84
103	H 104	H 105	H 106	H 107	H 108	H 109
128	H 129	H 130	H 131	H 132	H 133	H 134
153	H 154	H 155	H 156	H 157	H 158	H 159
178	H 179	H 180	H 181	H 182	H 183	H 184
203	H 204	H 205	H 206	H 207	H 208	H 209
228	H 229	H 230	H 231	H 232	H 233	H 234
253	H 254	H 255	H 256	H 257	H 258	H 259

کہ حضرت عمرؓ نے نہ تھے اُنکے زمانہ کے صحابی نہ تھے سب کے سب بخود باللہ بدعتی تھے رسول اللہ ﷺ کی سنت کو ملا دیا اپنی سنت جاری کر دی اب تحصیل قرآن و حضرت عمرؓ اور اصحاب پیغمبر ﷺ کا کبر انہیں والا کون ہوتا ہی میا نجیو صاحب حضرت عمرؓ صاحب رضی اللہ عنہم کی پروردی کا حکم تو صحیح صحیح حدیثوں میں موجود ہی ایک وحدیث لکھے دیتا ہوں اور تحصیل مولوی صاحب سے انکا ترجمہ کر لینا جو آٹھ رکعت گاتے پھرتے ہیں ایک حدیث تو یہ لکھئے علیکم بسنتی وسنتہ اہل الراشدین من بعدی دوسری بھی لکھئے۔ اقلیدہ بالذین من بعدی تیسری بھی لکھئے اجمالی کالنجوم باہم اقتدیم اقتدیم فقط

فہرست کتب

فہرست کتب تصنیفات مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم بدیع ضمیمہ اشتہار احوال شریف و قرآن شریف		قرآن شریف و شرح		ایک شریف یا غلہ بدیع نقاد کاغذ سی۔ بلا جابر بطبعہ مطبع مجتہبی دہلی۔	
تقریر و پذیر	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴
ہدیۃ الشیخہ	۱۵	۱۵	۱۵	۱۵	۱۵
لطائف قاسمیہ	۱۶	۱۶	۱۶	۱۶	۱۶
دیس محکم	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷
تحدیر النیاس	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸
حجۃ الاسلام	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹
روز قرآنی	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰
حق الصریح نے	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
بیان التراضیح	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲
تصنیف العقائد مجتہبی	۲۳	۲۳	۲۳	۲۳	۲۳
رسالہ التحفہ لکھیہ	۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۲۴
مباحثہ شاہ جہانپور	۲۵	۲۵	۲۵	۲۵	۲۵

